مسائل نکاح

مرتبہ

مولانا محمد سراج الدین قاسمی

شائع کردہ:

مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ-نئی دہلی

مسائل نکاح

مرتبہ

مولانا محمد سراج الدین قاسمی

شائع کردہ:

مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A/1، مین بازار، اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

(©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

نام کتاب:............... مسائل نکاح
مرتب:.................. مولانا محمد سراج الدین قاسمی
سال طباعت: .... نومبر ۲۰۰۷ء
تعداد:.................. ایک ہزار
صفحات:............... ۴۸
قیمت:................. ۲۵/روپے

ناشر

مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ-نئی دہلی

فہرست

پیش لفظ ۵
تمہید ۷
نکاح کی تعریف ۸
نکاح کے مقاصد ۸
(۱) عفت وعصمت کی حفاظت ۸
(۲) مودّت ورحمت ۹
(۳) نسل انسانی کی بقا ۱۱
نکاح میں تاخیر درست نہیں ۱۱
نکاح میں تاخیر کے اسباب ۱۳
(۱) فضول خرچی ۱۴
(۲) ناجائز راستوں سے خواہشات کی تکمیل ۱۵
(۳) رشتہ طے کرنے کے اختیارات عورتوں کو سونپ دینا ۱۶
(۴) آمدنی کم اور ضروریات زندگی کی گرانی ۱۶
(۵) لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ ۱۷
(۶) تعلیم کے لئے شادی میں تاخیر ۲۰
نکاح کا حکم ۲۱
شادی کے لئے کیسے رشتے کا انتخاب کیا جائے ۲۱
منگنی (Engagement) اور اس کا شرعی حکم ۲۴
کن عورتوں کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے ۲۷
نکاح صحیح ہونے کے لئے ضروری باتیں ۲۷
ٹیلیفون اور انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح ۲۸
غیر مسلم عورتوں سے نکاح ۲۸

یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح	۲۹
نکاح کا مسنون طریقہ	۳۰
خرما لٹانا	۳۲
بارات	۳۲
رخصتی	۳۴
ولیمہ	۳۴
ولیمہ کا وقت	۳۵
ولیمہ کا حکم	۳۵
مہر کی تعریف	۳۶
مہر کی مقدار	۳۷
مہر فاطمی کی مقدار	۳۸
مہر کب ادا کیا جائے	۳۸
مہر کے احکام	۳۹
نفقہ (Maintenance)	۴۰
کھانا	۴۱
علاج ومعالجہ	۴۱
کپڑا	۴۱
مکان	۴۲
سرپرستوں کی رضامندی سے نکاح کیا جائے	۴۲
کم عمری کی شادی	۴۳
شوہر اور بیوی ایک ساتھ کیسے رہیں	۴۴
شوہر بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے	۴۵
بیوی شوہر کی فرمانبرداری کرے	۴۷

پیش لفظ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام علی من لا نبی بعده

کہا جاتا ہے کہ انسان ایک ''سماجی حیوان'' ہے، یعنی وہ اپنی بہت سی ضروریات کے لئے سماج کا محتاج ہے، اس لئے انسان کو اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ خاندان کے زیر سایہ زندگی گزارے اور خاندان کی بنیاد نکاح پر ہے۔ نکاح ہی کے ذریعہ ددھیالی، ننیہالی اور سسرالی رشتے وجود میں آتے ہیں اور انسان کو خاندان کا ایک ایسا حصار حاصل ہو جاتا ہے، جو دکھ سکھ میں اس کے کام آتا ہے، جو بھلائی پر قائم رہنے اور برائی سے روکنے میں اس کی مدد کرتا ہے، اور جو اس کے تحفظ اور بچاؤ میں بھی معاون ہوتا ہے، پھر نکاح ہی سے نسل انسانی کی افزائش اور اس کی بقا بھی متعلق ہے۔

اسی لئے اسلام میں نکاح کو بڑی اہمیت حاصل ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسے خود اپنی اور اپنے سے پہلے کے انبیاء کی سنت قرار دیا ہے اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا ہے، کیونکہ اس سے نہ صرف نسل انسانی کی بقا متعلق ہے، بلکہ یہ رشتہ انسان کو ذہنی اور قلبی سکون سے بھی ہمکنار کرتا ہے، اور معصیت و بے عفتی سے بھی بچاتا ہے۔ نکاح کی حوصلہ افزائی میں شریعت اسلامی کا وہ خاص مزاج بھی ملحوظ ہے، کہ فطرت انسانی کے جو تقاضے ہیں، سرے سے ان کا گلا نہ گھونٹ دیا جائے، بلکہ انسان کو ان حدود کا پابند بنایا جائے، جن میں رہتے ہوئے وہ فطرت کے تقاضوں کو مفید مقاصد کے لئے استعمال کرے اور مفاسد سے اپنے آپ کو بچائے۔

اسی لئے اسلام میں نکاح کو بہت آسان رکھا گیا ہے، کہ نکاح کے حلال راستہ کو جتنا آسان رکھا جائے گا، انسان کے لئے حرام سے بچنا اسی قدر سہل ہوگا، مگر افسوس کہ

برادرانِ وطن کے سماجی رسوم سے متاثر ہوکر مسلمانوں نے بھی نکاح کو مشکل بنادیا ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے شروع سے ہی ہندوستانی مسلمانوں کے سماجی حالات کے پس منظر میں اصلاح معاشرہ کی کوششوں کو خصوصی اہمیت دی ہے اور اس سلسلہ میں اس بات پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ نکاح سنت کے مطابق اور سادگی کے ساتھ کئے جائیں۔ مسلمانوں کو یہ پیغام بورڈ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے جلسوں کے ذریعہ بھی دیا گیا ہے اور لٹریچر کے ذریعہ بھی۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی پیش نظر رسالہ ''مسائل نکاح - قرآن وحدیث کی روشنی میں'' ہے، جس کو عزیز گرامی مولانا محمد سراج الدین قاسمی نے مرتب کیا ہے، اس رسالہ میں نکاح کے مقاصد، نکاح کے آداب واحکام، نکاح سے متعلق دوسرے مسائل اور نکاح کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے حقوق وفرائض پر روشنی ڈالی گئی ہے اور قرآن وحدیث اور فقہ کی مستند کتابوں کے حوالہ سے آسان اور سلیس زبان میں ہر بات کہی گئی ہے، امید ہے کہ یہ تحریر مسلمانوں کو اس اہم مسئلہ سے روشناس کرانے میں مفید ثابت ہوگی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اسے معاشرہ کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔

سید نظام الدین

(جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا نظام یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز اس طرح وجود میں آتی ہے کہ فطری طور پر اس کی افزائش کا سلسلہ بھی جاری رہے، اسی لئے بہت سی چیزوں کو جوڑے کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے، انسانوں اور حیوانوں میں تو اس کا مشاہدہ ہم اپنی آنکھوں سے کرتے رہتے ہیں، لیکن نباتات، پودوں اور دوسری مخلوقات کے سلسلہ میں سائنسی تحقیقات نے آج جو کچھ ثابت کیا ہے، اس کو پڑھ کر خدا کی قدرت پر ایمان مزید پختہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ومن کل شئ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون'' (الذاریات: ۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا پیدا کیا ہے، تاکہ تم یاد کرو۔

قدرت نے صرف یہی نہیں کہ ہر چیز کو جوڑا پیدا کیا ہے، بلکہ ہر مخلوق کی فطرت میں اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے اپنے جوڑے کی طرف میلان اور جھکاؤ کا احساس بھی پیدا کردیا ہے۔

اس احساس کے تحت جب میاں بیوی جسمانی تعلق قائم کرتے ہیں، تو ایک طرف اس سے ایک فطری ضرورت کی تکمیل ہوتی ہے، اور دوسری طرف نسل انسانی میں اضافہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں چونکہ انسان کو افضل بنایا ہے، اس لئے اس نے دوسری مخلوقات کی طرح جنسی تسکین کے لئے انسان کو کھلی آزادی نہیں دی، بلکہ جنسی خواہشات کو مہذب اصول وقوانین کا پابند رکھا ہے، اسی قانونی بندش کا نام نکاح ہے۔

نکاح کی تعریف:

نکاح کے لغوی معنٰی ''ملانے'' اور حقیقی معنیٰ ''جماع'' کے ہیں، شرعاً نکاح مرد وعورت کے درمیان ایک مقدس معاہدہ ہے، جو عام معاہدات سے مختلف ہے اور اس کی ایک خاص مذہبی اور شرعی حیثیت ہے۔ اس سے مرد وعورت ایک دوسرے کے لئے حلال ہو جاتے ہیں اور ہر ایک سے دوسرے کے کچھ حقوق متعلق ہوتے ہیں۔

نکاح کے مقاصد:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر نکاح کے مختلف مقاصد بیان فرمائے ہیں، ذیل میں آیات قرآنی سے مستفاد بعض مقاصد پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

۱۔ عفت وعصمت کی حفاظت:

اسلام میں نکاح کا سب سے اہم مقصد عفت وعصمت کی حفاظت ہے، وہ زنا کو حرام قرار دیتا ہے اور انسان کی دونوں صنف مرد وعورت کو مکلّف بناتا ہے کہ اپنے تعلق کو ایک ایسے ضابطے کا پابند بنائیں جو انسان کو فحش وبدکاری اور معاشرہ کو فساد وبے حیائی سے محفوظ رکھنے والا ہو، اسی لئے قرآن مجید میں نکاح کو لفظ ''احصان'' سے تعبیر کیا گیا ہے، حصن قلعہ کو کہتے ہیں اور احصان کے معنی قلعہ بندی کے ہیں، جو مرد نکاح کرتا ہے وہ ''محصن'' ہے، اور جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہے وہ محصنہ ہے۔ گویا نکاح کے ذریعہ زوجین نے ایک ایسے قلعہ کی پناہ حاصل کر لی ہے جو انہیں بے عفتی سے محفوظ رکھے گا۔

چنانچہ قرآن مجید ان عورتوں کو جن کو حرام قرار دیا ہے، ذکر کر کے فرماتا ہے:

''أحل لكم ما وراء ذٰلكم أن تبتغوا بأموالكم محصنين غير مسافحين'' (نساء:۲۴)۔

(یہ عورتیں جو تم پر حرام کی گئی ہیں) ان کے سوا باقی سب عورتیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں، بشرطیکہ تم شہوت رانی کے لئے نہیں، بلکہ نکاح میں لانے کے لئے اپنے اموال کے بدلے ان کو حاصل کرنا چاہو۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وليستعفف الذين لا يجدون نكاحاً حتى يغنيهم الله من فضلهٖ'' (نور:۳)

جو لوگ نکاح کی طاقت نہ رکھیں (جو کہ پرہیزگاری کا اصل ذریعہ ہے)، تو ان کو چاہئے کہ (دوسری تدبیروں سے) عفت حاصل کریں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے مالدار بنا دے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورت اور مرد دونوں کے لئے ایک دوسرے سے لطف اندوز ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ان کے اس ملاپ کو اخلاقی حدود میں لایا جائے اور اس سے مقصود صرف شہوت کو پوری کرنا نہ ہو، بلکہ اس سے مقصد عفت و پاکدامنی کا حصول ہو، کیونکہ عورت اور مرد کا آزادانہ اختلاط انسانی اخلاق ہی کے لئے نہیں، تہذیب انسانی کے لئے بھی باعث فساد اور سمِ قاتل ہے۔

۲- مودت ورحمت:

انسان فطری طور پر عزلت کے بجائے اجتماعیت پسند واقع ہوا ہے، اور اسی عزلت سے

نکلنے کے لئے مختلف وسائل اختیار کرتا ہے، اس لئے کہ زیادہ دنوں تک عزلت کی زندگی گزارنے کا نتیجہ مختلف نفسیاتی اور ذہنی بیماریوں کی شکل میں سامنے آتا ہے، اللہ تعالیٰ انسانی فطرتوں کا خالق ہے، وہ انسانی کمزوریوں سے بخوبی واقف ہے، اس لئے اس نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو پرسکون گذارنے کے لئے کسی اچھے ساتھی کا انتخاب کرلے، جو اس کی زندگی کے نشیب وفراز، خوشی وغم اور بیماری وصحت میں اس کا ساتھ دے اور اس کی زندگی کی تعمیر میں اہم رول ادا کرسکے۔ اور ایسا ساتھی وہی ہوسکتا ہے جس کے ساتھ جینے مرنے کا معاہدہ ہو اور یہی نکاح کی اصل روح ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ومن آیاتہٖ أن خلق لکم من أنفسکم أزواجاً لتسکنوا اِلیھا و جعل بینکم مودۃ و رحمۃ“ (روم:٢١)

اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے، تاکہ ان سے سکون حاصل کرسکو۔ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

”ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ و جعل منھا زوجھا لیسکن إلیھا“ (اعراف:١٨٩)۔

وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور اس کے لئے خود اسی سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ وہ اس کے پاس سکون حاصل کرسکے۔

زوجین کے باہمی تعلقات کی نوعیت کو قرآن نے نہایت بامعنی اور خوبصورت تعبیر کے ذریعہ واضح کیا ہے:

ھن لباسٌ لَّکُم و أنتم لباسٌ لَّھُنَّ (بقرہ:١٨٧)

وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

یہاں زوجین کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے، ”لباس“ اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے جسم سے متصل رہتی ہے اور انسانی جسم کے راز اور کوتاہیوں کی پردہ پوشی کرتی ہے۔ انسانی جسم کو باہر کی آلودگی اور مضر اثرات سے بچاتی ہے اور انسانی جسم کے لئے زینت کا کام دیتی ہے، گویا یہی کردار زوجین کا ایک دوسرے کے ساتھ ہونا چاہئے۔

٣۔ نسل انسانی کی بقا:

نکاح کا مقصد محض خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل نہیں، بلکہ اس سے قدرت کا اصل منشا نظام عالم کے وجود وبقا کے لئے نسل انسانی کی افزائش کے سلسلہ کو باقی رکھنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وابتغوا ما کتب اللہ لکم“ (بقرہ:١٨٧)

اور (مباشرت کے ذریعہ) تلاش کرو، اس چیز کو جس کو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

نکاح کے پانچ فائدے ہیں: ١۔ اولاد کا حصول، ٢۔ شہوت کا خاتمہ، ٣۔ گھر کے نظم کا قیام، ٤۔ خاندان کے افراد کی کثرت، ٥۔ عورتوں کے ساتھ رہنے میں نفس پر مجاہدہ کرنا۔ (احیاء العلوم ٤٦/٦)۔

نکاح میں تاخیر درست نہیں:

معاشرہ کو فواحش ومنکرات سے بچانے اور پاکیزہ بنانے کے لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ایک شخص بالغ ہونے کے بعد اپنے حالات کا جائزہ لے کر اس بات کی کوشش کرے کہ

جلد از جلد نکاح کے رشتے سے اپنے آپ کو وابستہ کرلے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”من استطاعَ منكم الباءة فليتزوج، فإنهُ أغض للبصر و أحصن للفرج“ ۔ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، حدیث:۱۹۰۵)

تم میں سے جو شخص (مالی) استطاعت رکھتا ہو اس کو شادی کرلینی چاہیئے، کیونکہ وہ نگاہ کو پست رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”أربع من سنن المرسلين: الحناء، والتعطر، والسواک، والنكاح“. (سنن ترمذی، کتاب النکاح، حدیث:۱۰۰۰)

چار چیزیں انبیاء کی سنت ہیں: مہندی، عطر کا استعمال، مسواک اور نکاح۔

نکاح کے سلسلہ میں والدین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کے نکاح کی فکر کریں، چنانچہ آپ ﷺ نے والدین سے متعلق اولاد کے حقوق کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

من ولد لهُ ولد فليحسن اسمه، و أدبه، فإذا بلغ فليزوجه، فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه“ (بیہقی)

جس کو لڑکا پیدا ہو، تو وہ اس کا اچھا نام رکھے، اس کی تعلیم وتربیت کا اچھا انتظام کرے اور جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کی شادی کردے، اگر بالغ ہوگیا اور اس کی شادی نہیں کی اور وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوگیا، تو اس کا گناہ اس کے والد پر ہوگا۔

موجودہ دور میں اگر شریعت کی ہدایت کے مطابق وقت پر نکاح کردیا جائے تو معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائی، بے راہ روی اور اخلاقی قدروں کی پامالی کا مؤثر طریقہ پر سد باب ہوسکتا ہے۔

ہمارے معاشرہ میں بسا اوقات شادی کو اچھی نوکری اور اچھی آمدنی سے جوڑ دیا جاتا

ہے، جبکہ اس سلسلہ میں اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ایک شخص اگر اپنی بیوی کو کھانا، کپڑا اور رہائش کے لئے کمرہ دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، تو اس کو شادی کرلینی چاہئے اور بہتر معاش کے لئے کوشش جاری رکھنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”و أنكحوا الأيامىٰ منكم والصالحين من عبادكم و إمائكم إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضلهٖ والله واسع عليم“ (نور:۳۲)

اور تم میں جو بے نکاح ہوں، تم ان کا نکاح کردیا کرو، اور تمہارے غلام اور باندیوں میں سے جو اس قابل ہوں ان کا بھی، اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو خدا اپنے فضل وکرم سے ان کو غنی کردے گا، اور اللہ تعالیٰ کشائش والا اور خوب جاننے والا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”ثلاثة حق على الله عز و جل عونهم: المكاتب الذى يريد الأداء، والناكح الذى يريد العفاف، والمجاهد فى سبيل الله“ (سنن نسائی، النکاح، حدیث:۳۱۶۶)۔

تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ تعالیٰ ضرور کرتا ہے: غلامِ مکاتب جو بدل کتابت ادا کرنا چاہتا ہے، ایسا شخص جو نکاح کے ذریعہ پاکدامنی حاصل کرنا چاہتا ہے، اور وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرے۔

نکاح میں تاخیر کے اسباب:

قدرت نے مرد وعورت میں جو جنسی جذبات رکھے ہیں وہ ان کو عام طور پر فطری طریقہ سے پوری کرنا چاہتیہیں، لیکن سماج اور انسان کی پیدا کردہ رکاوٹیں اس ارادہ کو پایہ

تکمیل تک پہونچنے نہیں دیتی ہیں۔ اور پھر وہ غلط راہ پر پڑ جاتے ہیں، ماہرین نے ان رکاوٹوں کو تفصیل سے ذکر کیا ہے، یہاں ان پر ایک اجمالی نگاہ ڈالی جاتی ہے:

۱۔ شادی میں فضول خرچی۔
۲۔ ناجائز راستوں سے خواہشات نفس کو پوری کرنا۔
۳۔ رشتہ طے کرنے کے اختیارات عورتوں کو سونپ دینا۔
۴۔ آمدنی کم اور ضروریات زندگی کی گرانی۔
۵۔ لڑکے والوں کی طرف سے تلک اور جہیز کا مطالبہ۔
۶۔ تعلیم۔

۱۔فضول خرچی:

جن چیزوں میں قوم کا بے پناہ سرمایہ صرف ہورہا ہے،ان میں خاص طور پر شادی ہے، منگنی سے لے کر ولیمہ تک کتنی رسوم ادا کی جاتی ہیں،فریقین ایک دوسرے کو تحائف دینے، کپڑے اور شادی ہال کے ڈیکوریشن پر جس طرح رقم خرچ کرتے ہیں، وہ کسی پر مخفی نہیں ہے، اگر ان رقموں کو دینی کاموں میں لگایا جائے، معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے ان کا استعمال کیا جائے یا کم سے کم دلہا دلہن کے مستقبل کی ضروریات ہی کے لئے مختص کردیا جائے، تو پھر یہ معاشرہ جنت نشاں بن سکتا ہے۔ جو لوگ مالدار ہیں وہ تو آسانی سے ان رسموں کو ادا کر لیتے ہیں لیکن جو لوگ غریب یا متوسط درجہ کے ہیں، ان سے جا کر پوچھئے کہ ان پر کیا گذرتی ہے؟ بسا اوقات ان ناجائز کاموں کے لئے سود پر روپیہ لینے تک کی نوبت آجاتی ہے، جو ایک مستقل گناہ ہے۔

اسلام نکاح کو سادگی سے انجام دینے اور اس میں حتی الامکان کم سے کم خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، آپ ﷺ نے نکاح میں برکت ہونے کا ایک اصول یہ بتایا ہے کہ اس میں جتنا کم خرچ کیا جائے، وہ اتنا ہی بابرکت ہوگا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''**إن من أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة**'' (مسند احمد، حدیث: ۲۳۳۸۸)۔

سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے، جس میں سب سے کم خرچ کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ نکاح میں خرچ کے صرف دو مواقع ہیں، ایک موقع مہر ادا کرنے کا ہے، جو لڑکا لڑکی کو دیتا ہے، اور دوسرا موقع ولیمہ ہے، ان کے علاوہ جن جگہوں پر خرچ کیا جاتا ہے وہ قطعاً اسلام کے منافی ہے، اور ان دونوں مواقع پر خرچ کا بار لڑکے والوں ہی پر رکھا گیا ہے۔ نکاح کے شروع سے لے کر اخیر تک کسی بھی جگہ خرچ کا بار لڑکی والوں پر نہیں ڈالا گیا ہے، آج معاملہ بالکل برعکس ہے، سارے اخراجات لڑکی والوں ہی کو برداشت کرنے پڑتے ہیں جو سراسر احکام شریعت کے منافی ہے۔

۲۔ناجائز راستوں سے خواہشات کی تکمیل:

انسانی نفسیات میں ایک عنصر ذمہ داریوں سے گریز کا بھی پایا جاتا ہے، وہ نہیں چاہتا کہ اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کی ذمہ داری اپنے سر لے، اس لئے شادی کرنے سے گریز کرتا ہے، اپنی خواہشات کو دوسرے راستوں سے پوری کرتا ہے، اور ہمارا سماج اس کا پورا پورا تعاون کرتا ہے، خصوصاً گندے وفحش رسالے، ریڈیو، ٹیلی ویژن پر فحش گانے، اور فلمیں ایسے لوگوں کے لئے راستے ہموار کرتی ہیں، اس لئے حکومت کی اور خود معاشرہ کے ہر باشعور شخص کی ذمہ داری ہے کہ ان چیزوں کے خلاف تحریک چلائیں۔

۳۔رشتہ طے کرنے کے اختیارات عورت کوسونپ دینا:

شادی کی راہ میں ایک اہم رکاوٹ یہ ہے کہ بعض گھرانوں میں رشتہ طے کرنے کا اختیار عورتوں کے ہاتھ میں دیدیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے عموماً رشتے ناکام ہوجاتے ہیں، ٹوٹ جاتے ہیں، یا پھر اس میں حد سے زیادہ تاخیر ہوجاتی ہے۔اس لیے بہتر یہ ہے کہ رشتہ کے انتخاب کا اختیار مردوں کے ہاتھ میں ہو، کیوں کہ مرد عموماً جہاں دیدہ اور سماج کے حالات سے بہتر طور سے واقف ہوتا ہے، بہ نسبت عورت کے کہ وہ لوگوں کے اور خاندانوں کے حالات سے زیادہ واقف نہیں ہوتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے عورت کی فطرت میں جذباتیت زیادہ رکھی ہے، اور اس میں ظاہری چمک دمک اور مال و دولت کی طرف رجحان زیادہ پایا جاتا ہے۔

۴۔آمدنی کم اور ضروریات زندگی کی گرانی:

مسلم آبادی کا اکثر حصہ مزدور اور ملازمین کا ہے، ملازم خواہ کوئی بھی ہو اور کتنے ہی اونچے عہدے پر فائز کیوں نہ ہو، ضروریات زندگی کے گراں ہونے کی وجہ سے، اور معیارِ زندگی کے بلند ہونے کی وجہ سے اس کی تنخواہ کم پڑ جاتی ہے، اس لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مزدور کو اس کی اجرت بہ قدر محنت دی جائے اور جلد از جلد ادا کر دی جائے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

أعطوا الأجير أجره قبل أن يجف عرقه

(ابن ماجہ، کتاب الاحکام، حدیث:۲۴۳۴)۔

مزدور کو اس کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کرو۔

ملازم کو طے شدہ رقم سے کم ہرگز نہ دی جائے۔حضورؐ کا ارشاد ہے:

”ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة... و رجل استأجر أجيرا فاستوفىٰ منه ولم يعطه أجره“ (صحیح بخاری، کتاب الاجارہ، حدیث:۲۲۷۰)

میں تین شخص سے قیامت کے روز جھگڑوں گا...اور اس شخص سے جس نے کسی مزدور کو رکھا اور اس سے کام پورا لیکر اس کی اجرت نہ دی۔

۵۔لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ:

آج مسلم معاشرہ میں جہیز کے لین دین کی رسم کو نکاح کا ایک اہم اور ضروری عنصر سمجھ لیا گیا ہے، اس تباہ کن رسم نے لڑکیوں کی شادی کو انتہائی دشوار مسئلہ بنا دیا ہے، اور والدین کے لئے لڑکیاں ناقابلِ برداشت بوجھ بنتی جا رہی ہیں، جہیز کی رسم درحقیقت ہندو معاشرہ کی دین ہے، ہندو سماج میں چونکہ لڑکی کی شادی ہوجانے کے بعد اس کا اپنے میکے سے کوئی رشتہ اور تعلق نہیں رہتا ہے، اور نہ اس کو میراث میں کوئی حصہ ملتا ہے، اس لئے شادی کے وقت ہی اس کے گھر والے اس کو سامان اور نقد روپیہ دیکر رخصت کرتے ہیں، اس کے برعکس اسلام میں لڑکی اپنے گھر کی بدستور ایک فرد رہتی ہے، وہ اپنے میکے سے میراث کی بھی مستحق ہوتی ہے، اگر اس کا سسرال سے رشتہ ٹوٹ گیا تو پھر اس کی ساری ذمہ داری اس کے گھر والوں کے ہی سر ہوتی ہے۔

جہیز کے جواز کے لئے بعض حضرات نے اس روایت کو بنیاد بنایا ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو رخصتی کے موقع پر کچھ سامان عنایت فرمایا تھا، اسی کو یہ حضرات جہیز سے تعبیر کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی جہیز نہیں تھا، بلکہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو نیا گھر بسانے کے لئے چند چیزیں مرحمت فرمائی تھیں،

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علیؓ کا مدینہ میں کوئی گھر نہ تھا، اور نہ وہ مالدار تھے، نکاح کے بعد انہوں نے حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کرائی تھی، نیا گھر بسانے کے لئے آپ ﷺ نے ایک پلنگ، ایک چادر، دو چکیاں اور ایک مشکیزہ کا انتظام فرما دیا تھا (حیاۃ الصحابہ ۳/۱۱۱ بحوالہ کنز العمال)۔

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت علیؓ بچپن سے ہی آپ ﷺ کی پرورش میں تھے، اوران کی کفالت آپ ہی کیا کرتے تھے، چنانچہ اس وقت آپ کی حیثیت صرف حضرت فاطمہؓ کے باپ ہی کی نہ تھی، بلکہ حضرت علیؓ کے سرپرست کی بھی تھی، اس دوہری نسبت سے آپ نے ان چیزوں کا انتظام فرمایا تھا۔

اس کے جہیز نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ سے دیگر لڑکیوں کی شادی میں کچھ بھی دینا ثابت نہیں ہے، اگر جہیز ہوتا تو آپ اپنی دوسری لڑکیوں کو بھی جہیز دیتے، کیونکہ آپ ؐ کا ارشاد ہے: **أعدلوا بين اولادكم** (بخاری، کتاب الھبۃ) اپنی اولاد کے درمیان عدل اور برابری کرو۔

اس واقعہ کی بنیاد پر فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر لڑکا مالی اعتبار سے تنگدست ہو تو لڑکی والوں کے لئے جائز ہے کہ نیا گھر بسانے کے لئے اپنی لڑکی کو اس کی ضرورت کے مطابق بسہولت جو چیزیں دیجاسکتی ہیں دیدی جائیں، اوراس کا مقصد صرف اپنی لڑکی کیساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کے لئے بطور ہدیہ دینا ہو (المفصل فی احکام المرأۃ)۔

لیکن آج اس نے ایک رسم ورواج کی شکل اختیار کرلی ہے، اوراس کا مقصد ناموری اورشہرت کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا ہے، اسی لئے باضابطہ جہیز کا اعلان کیا جاتا ہے، اس میں

سامان متعین ہوتے ہیں اوراس کا نظارہ کرایا جاتا ہے، اگر ہدیہ مقصود ہوتا، تو بلا کسی پابندی کے اور بغیر اعلان کے محض صلہ رحمی اور حسن سلوک کی خاطر دیدیا جاتا، اوراب تو بعض غریب گھرانوں میں اس کے لئے سودی قرض لیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ تمام ممنوعات جس مباح کام میں داخل ہوجائیں وہ کیونکر مباح رہے گا، اوراب تو اس سے بھی آگے بڑھ کر بعض لڑکے والے باضابطہ اس کا مطالبہ کرتے ہیں، اور نہ دینے پر کتنے ہی رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، حالانکہ لڑکے والوں کی طرف سے اس کا مطالبہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ اوراگران کے مطالبے پر دے بھی دیا جائے، پھر

بھی لڑکے کے لئے لینا جائز نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”یا أیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارة عن تراض منکم“ (نساء/۲)

اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ، الا یہ کہ دونوں کے درمیان باہمی رضامندی سے تجارت، خرید و فروخت کا معاملہ ہو۔

آج ایک طریقہ یہ بھی رائج ہوگیا ہے کہ لڑکی والے خود جہیز کی پیشکش کرتے ہیں، تاکہ لڑکے والے لالچ میں آکر اس کی لڑکی سے شادی کرلیں، فقہاء نے اس کو بھی رشوت قرار دیا ہے، فقہاء کے زمانے میں جہیز کا یہ طریقہ مروج نہیں تھا، البتہ اس زمانے میں یہ طریقہ رائج تھا کہ لڑکے والے لڑکی والوں کو رخصتی کے وقت کچھ رقم ہدیہ دیا کرتے تھے، فقہاء نے اس پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر لڑکی والوں نے لڑکے والوں سے کچھ بھی لیا تو یہ رشوت

ہے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لأنه رشوة. (شامی ۳/۱۵۶)

لڑکی والے (لڑکے والوں سے) لڑکی حوالے کرتے وقت کچھ لیں، تو شوہر اس کو واپس لے سکتا ہے، کیونکہ یہ رشوت ہے۔

۶۔ تعلیم کے لئے شادی میں تاخیر:

بعض لوگ جلدی شادی اس لئے نہیں کرتے ہیں کہ اس سے پڑھائی متأثر ہوگی، دیگر یہ کہ وہ خود دوسرے کے زیرِ کفالت ہیں، اب اگر ایک کو اور لے آیا جائے، تو پھر اس کے اخراجات کون برداشت کرے گا، یہ باتیں بظاہر اچھی لگتی ہیں لیکن جب اس کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ نئی تہذیب کی دین ہے، جس نے اس ڈر کا احساس دلا کر ہزاروں فتنوں کا دروازہ کھول دیا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ شادی لڑکے اور لڑکی دونوں کی تعلیمی ترقی میں معاون ہوتی ہے، اور دونوں ذہنی انتشار سے محفوظ ہوجاتے ہیں، اور تعلیم کی طرف ان کا ذہن مرکوز ہوجاتا ہے، نیز دونوں ایک دوسرے کی نجی ضروریات کی تکمیل میں معاون ہوتے ہیں۔

اور جہاں تک بیوی کے اخراجات کا مسئلہ ہے تو اس سلسلہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ لڑکے والے اور لڑکی والے دونوں طے کرلیں، کہ تعلیم کے مکمل ہونے تک دونوں کے گارجین اپنے اپنے بچوں کے اخراجات برداشت کریں گے، تاکہ دونوں کی تعلیم مکمل بھی

ہوجائے اور اخلاقی اعتبار سے دونوں محفوظ رہیں۔

نکاح کا حکم:

نکاح بنیادی طور پر ایک پسندیدہ عمل ہے، البتہ حالات وضروریات کے لحاظ سے نکاح کا حکم الگ الگ ہے:

۱۔ ایک شخص اگر بیوی کا مہر اور نان ونفقہ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور اس کو یقین ہے کہ اگر وہ شادی نہیں کرے گا تو بدکاری میں مبتلا ہوجائے گا، ایسے شخص کے لئے نکاح فرض ہے۔

۲۔ اگر عورت کا نان ونفقہ اور دوسرے حقوق ادا کرنے پر مرد قادر ہو اور اسے یقین تو نہیں، البتہ غالب گمان ہو کہ وہ نکاح نہیں کرے گا تو گناہ میں مبتلا ہوجائے گا، ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا واجب ہے۔

۳۔ عام حالات میں جبکہ گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو نکاح کرنا سنت ہے۔

شادی کے لئے کیسے رشتے کا انتخاب کیا جائے:

انسانی معاشرے کی داغ بیل ایک مرد اور ایک عورت سے پڑتی ہے، پہلے ایک خاندان وجود میں آتا ہے، پھر اس کی شاخیں اس طرح پھیلتی ہیں کہ ان سے کئی کنبے اور پھر پورا انسانی معاشرہ وجود میں آتا ہے، لیکن سب کی اساس وہی ایک مرد اور عورت کا رشتہ ہے۔ ظاہر ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے اپنی ماں کی کوکھ میں نشو ونما پاتا ہے، پھر آغوشِ مادر میں آجانے کے بعد اس کی سب سے پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے، جہاں سے اس کی

تربیت کا آغاز ہوتا ہے، اوراس کے قلب ودماغ پر پہلی چھاپ ماں کی ہی پڑتی ہے، اوراسی اثر کولیکروہ زندگی کے آگے کی منزلیں طے کرتا ہے اور معاشرہ کا ایک فرد بن جاتا ہے، ایسے ہی مختلف افراد کے مجموعہ سے ایک نیا معاشرہ وجود میں آجاتا ہے، اس لئے صالح اور پاک صاف معاشرہ کی تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ انسان نکاح کے لئے مال ودولت دیکھنے کے بجائے صالحیت اور دینداری کواپنا معیار بنائے، اسی کی تعلیم رہبرِ امت حضور ﷺ نے اپنی امت کودی ہے، آپ کاارشاد ہے:

تنكح المرأة لأربع: لمالها، و لحسبها، و لجمالها، و لدينها، فاظفر بذات الدين (صحیح البخاری، النکاح، حدیث: ۵۰۹۰)

عورتوں سے چارخصوصیات کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب ونسب کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اور اس کی دینداری کی وجہ سے، تم دیندار عورت کوحاصل کرنے کی کوشش کرو۔

نیز آپ نے ارشادفرمایا:

الدنيا متاعٌ و خير متاع الدنيا المرأة الصالحة .

(مسلم، کتاب الرضاع، حدیث: ۲۶۶۸)

پوری کائنات ایک نعمت ہے، اور کائنات کی بہترین نعمت نیک عورت ہے۔

آپ ﷺ نے صرف اسی اجمال پر اکتفانہیں فرمایا، بلکہ دیندار عورت کی صفات بھی بیان فرمایا:

ما استفاد المؤمن بعد تقوى الله عز و جل خيرا له من زوجة صالحة: إن أمرها أطاعته، و إن نظر إليها سرته، و إن أقسم عليها أبرته، و إن غاب عنها نصحته في نفسها و ماله (ابن ماجہ، النکاح، حدیث: ۱۸۴۷)

خوف خدا کے بعد ایک مؤمن کے لئے نیک بیوی سے بڑھ کر کوئی دوسری نعمت نہیں ہے، ایسی بیوی کہ اگر شوہر کسی بات کا حکم دے تو اس کی فرمانبرداری کرے، جب وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ خوش کردے، اور وہ اس پر اعتماد کر کے کوئی عہد کرلے تو وہ اس کو پوری کردکھائے، اور اگر کہیں چلا جائے تو اپنی ذات اور شوہر کے مال کے سلسلہ میں مخلص ہو۔

ان ہدایات کوسامنے رکھنے سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام کے نزدیک حسن وجمال، حسب ونسب اور مال ودولت کے مقابلے میں معنوی کمالات اور اخلاقی خوبیاں زیادہ اہمیت رکھتی ہیں، وجہ ظاہر ہے کہ نکاح کسی وقتی معاہدہ کا نام نہیں ہے، بلکہ پوری زندگی ساتھ گذارنے کے معاہدہ کا نام ہے، اس لئے اگرحسن صورت کے ساتھ نیک چلن عورت اگر کسی کومل جائے، تو سونے پر سہاگہ، لیکن اگر صورت تو اچھی ہو، لیکن بدمزاجی کی وجہ سے شوہر کے لئے ساری زندگی دردِسر کا سامان بن جائے، تو پھر ایسی خوبصورتی کس کام کی؟

زوجین کے درمیان خوشگوار زندگی اور نکاح کو پائیدار اور مستحکم بنانے کے لئے مناسب ہے کہ لڑکے کے رشتہ میں مذکورہ چیزوں کا خیال رکھا جائے، لڑکی دیندار ہو، کنواری ہو، خوبصورت ہو، حیثیت اور شرافت میں مرد سے کم ہو، اور مال میں مرد سے کمتر ہو، لیکن اخلاق وآداب میں مرد سے زیادہ ہو، اسی طرح لڑکی کے رشتہ میں مذکورہ چیزوں کا خیال رکھا جائے، لڑکا دیندار ہو، بااخلاق ہو، سخی ہو، اور اتنا مال ضرور رکھتا ہو کہ اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی کفالت کرسکے، فاسق، بدخلق اور بدصورت نہ ہو، اور جوان لڑکی کی شادی بوڑھے شخص سے نہ کی جائے۔ (ردالمحتار)

منگنی (Engagement) اور اس کا شرعی حکم:

عربی میں منگنی کو ''خِطبہ'' کہتے ہیں، کسی مرد کا ایک خاص عورت سے شادی کی نیت سے کئے گئے وعدہ کو عرف میں منگنی کہتے ہیں، یہ وہ عہد و پیمان ہے جو شادی کا مقدمہ اور دیباچہ ہوتا ہے۔

انسان جب کسی چیز کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ اسے پہلے دیکھ لیا جائے، تا کہ اگر پسند ہو تو عقد و پیمان کیا جائے ورنہ چھوڑ دیا جائے، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے کے بعد سوچنے اور سمجھنے بوجھنے کا موقع مل جاتا ہے اور اس سے وہ مطمئن ہو جاتا ہے۔

اسلام نے انسان کی اس فطرت کا صرف لحاظ ہی نہیں کیا ہے، بلکہ حکم دیا ہے کہ اگر تم کو کسی لڑکی سے شادی کرنی ہو تو شادی سے پہلے اس لڑکی کے اخلاق و کمالات اور اس کی خاندانی شرافت سے متعلق چھان بین کرلو اور خود اس کو دیکھ لو، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

تم میں سے اگر کوئی شخص کسی کو نکاح کا پیغام دے تو اگر ممکن ہو تو اس کو دیکھ لے، (تا کہ اسے پتہ چل جائے) کہ کون سی چیز اسے نکاح کے لئے رغبت دلانے والی ہے، بعض روایات میں یہ اضافہ ہے، کہ یہ تمہارے (نکاح کے) لئے پائیداری کا ذریعہ ہے۔

(ابوداؤد، نکاح: ۱۷۸۳)

اور بہتر یہ ہے کہ پیغام دینے سے پہلے دوگانہ نماز استخارہ کی نیت سے پڑھ لے۔

(بیہقی ۷/۱۴۸)۔

منگنی کے سلسلہ میں آج لوگ افراط و تفریط کے شکار ہیں، بعض لوگ تو اس کے جواز کے بالکل قائل نہیں ہیں، اس کے برخلاف ایک طبقہ کا کہنا ہے کہ شادی سے قبل دونوں کو

ایک ساتھ رہنے کا موقع دیا جائے، تا کہ دونوں ایک دوسرے کے احوال و کوائف اور مزاج و اطوار سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔ یہ خیال ماڈرن طبقہ کا ہے۔ متوسط طبقہ کا حال یہ ہے کہ لڑکا کے بجائے اس کے والدین اور دوست و احباب لڑکی کو دیکھنے کے لئے جاتے ہیں، اور ان کی ہی پسند قابل ترجیح ہوتی ہے۔

جہاں تک پہلے طبقہ کی بات ہے، تو ظاہر ہے کہ ان کا نظریہ احادیث اور عقل، نیز شریعت کی دی ہوئی سہولت کے خلاف ہے، دوسرے طبقہ کا خیال اس لئے غلط ہے کہ اگر لڑکے اور لڑکی کو یوں ہی ساتھ رہنے دیا جائے، تو دونوں ایک دوسرے کو راغب کرنے کے لئے تصنع اور تکلف کا اظہار کریں گے، جس سے دونوں کے فطری مزاج و مذاق اور اخلاق و اطوار کا قطعاً پتہ نہیں چل سکے گا اور دونوں ایک ساتھ رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے ناآشنا ہی رہیں گے اور پھر اگر مرد نے لڑکی کو پسند نہیں کیا، تو اب سوچئے کہ اس لڑکی کا کیا ہوگا، اس طرح وہ کتنے مردوں کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہوگی، اور لوگ اس کو فحاشی و عیاشی کا ذریعہ بنالیں گے، تیسرے طبقہ کا عمل بھی اسلام کے خلاف ہے، کیونکہ لڑکی تو شادی سے قبل اس لڑکے کے لئے بھی غیر محرم ہے جو اس سے شادی کرنا چاہتا ہے، چہ جائیکہ اس کے والدین اور دوست و احباب کے لئے دیگر یہ کہ ایک لڑکی کو اتنے غیر محرم کے سامنے پیش کرنا اسلام کے خلاف تو ہے ہی غیرت کے بھی خلاف ہے، نیز اگر لڑکی کو ناپسند کر دیا گیا، تو پھر دونوں خاندان کے درمیان کبھی صلح نہ ہونے والی دشمنی شروع ہو سکتی ہے، اس لئے اصولاً تو لڑکے کو بھی دیکھنے کی اجازت نہیں ملنی چاہئے، لیکن چونکہ یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے، اس لئے لڑکے کو دیکھنے کی اجازت ہے، البتہ اس کے لئے اسلام نے کچھ ضابطے اور قیود کا پابند بنایا ہے، مثلاً جس لڑکی سے شادی کرنے کا ارادہ ہو اس کو اس کے محرم کے سامنے دیکھا جائے، بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ لڑکی کو چلتے پھرتے کہیں چھپ کر دیکھ لیا جائے، تا کہ اگر لڑکی

پسند نہ ہوتو اس کی سبکی نہ ہو، اور معاشرہ اس پر تنگ نہ ہوجائے، حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں:

شادی سے قبل میں نے اپنی بیوی کو درخت کی آڑ میں چھپ کر دیکھا اور اس میں مجھے وہ چیز نظر آئی جس نے مجھے شادی پر آمادہ کردیا۔ (ابوداؤد:۱۷۸۳)

اسی طرح لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایک دوسرے سے متعلق پوری طرح چھان بین اور تحقیق کرلے، اور دونوں ایک دوسرے کے احوال وکوائف سے متعلق لوگوں سے مشورہ کرلیں، اور جن لوگوں سے مشورہ کیا جارہا ہے، ان پر ضروری ہے کہ وہ صحیح صورت حال سے آگاہ کردیں اور اگر ان میں کوئی عیب ہوتو اس کو بتادیں، یہ غیبت میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ یہ ایک مسلمان کے ساتھ خیر خواہی ہے، جس کا حضور ﷺ نے اپنے ان الفاظ میں حکم دیا ہے:

"الدین النصیحة" (بخاری)

دین خیر خواہی کا نام ہے۔

نیز حدیث میں ہے کہ:

حضرت معاویہ بن سفیانؓ اور حضرت ابوجہمؓ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کو نکاح کا پیغام دیا، حضرت فاطمہ نے حضور ﷺ سے مشورہ طلب کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ابوجہم اپنی گردن سے لاٹھی نہیں اتارتے ہیں (بیوی کو مارتے ہیں)، اور معاویہ مفلس آدمی ہیں، ان کے پاس مال نہیں ہے، اس لئے تم (ان دونوں کے بجائے) اسامہ بن زید سے نکاح کرلو' (ابوداؤد ۳۷۹/۶)۔

کن عورتوں کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے:

ایسی لڑکی کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے، جس کو کوئی دوسرا مرد نکاح کا پیغام پہلے دے چکا ہو، اور لڑکی والوں کی جانب سے اس نکاح پر آمادگی بھی ظاہر ہوچکی ہو، الا یہ کہ وہاں سے بات ختم ہوجائے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام مت دو، یہاں تک کہ وہ قبول کرلے، یا چھوڑ دے، (بخاری)

اسی طرح ایسی لڑکی کو پیغام دینا بھی جائز نہیں ہے، جس سے پیغام دینے والے کے لئے نکاح کرنا درست نہ ہو مثلاً لڑکی لڑکا کے لئے محرم ہو، وغیرہ۔

نکاح صحیح ہونے کے لئے ضروری باتیں:

۱- نکاح بنیادی طور پر ایک عقد اور معاملہ ہے، اس لئے اس کے صحیح اور درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مرد وعورت میں سے کسی ایک کی جانب سے نکاح کی پیشکش ہو، اس کو ایجاب (Offer) کہتے ہیں، اور دوسرا فریق اس پیشکش کو قبول (Accept) کرے اسے فقہ کی زبان میں قبول کہتے ہیں۔

۲- دونوں جملے ایجاب اور قبول ماضی (Past) کے صیغے سے ہوں اور ایک ہی مجلس میں ادا کئے جائیں، اگر ایک مجلس میں ایجاب کیا گیا اور مجلس برخواست ہوگئی تو ایجاب باطل ہوجائیگا۔

۳- لڑکا اورلڑکی اس نکاح پر رضا مند ہوں، اگر ان میں سے کوئی ایک اس نکاح کو ناپسند کرے تو نکاح صحیح نہیں ہوگا، چنانچہ ضروری ہے کہ نکاح سے قبل لڑکی سے نکاح کے سلسلہ میں مشورہ کرلیا جائے، اوراس کی رضامندی معلوم کرلی جائے۔

۴- نکاح کے وقت ایجاب وقبول کی مجلس میں مسلمان، عاقل، بالغ دومرد یا ایک مرد اور دو عورتیں موجود ہوں، جو ایجاب وقبول کو سنیں اور سمجھیں۔

۵- جس عورت سے نکاح کیا جارہا ہو، وہ مرد کے لئے حلال ہو، ایسی عورت نہ ہو، جس سے شادی کرنا اس کے لئے حرام ہے۔

ٹیلیفون اورانٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح:

نکاح درست اور صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہوں اور مجلس نکاح میں دو گواہ موجود ہوں، اس لئے ٹیلیفون، انٹرنیٹ اور خط وکتابت کے ذریعہ نکاح درست نہیں ہوگا۔ البتہ ان ذرائع سے نکاح کرنے کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ان کے ذریعہ کسی کو نکاح کا وکیل بنادیا جائے، اور وہ وکیل دو گواہوں کی موجودگی میں اپنے مؤکل کی جانب سے ایجاب کرے اور دوسرا فریق اس کو قبول کرلے، تو نکاح درست ہوجائے گا۔

غیر مسلم عورتوں سے نکاح:

نکاح کے صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ عقد نکاح کے وقت لڑکے اورلڑکی

دونوں مسلمان ہوں، اگر عقد نکاح کے وقت لڑکی یا لڑکا میں سے کوئی ایک غیر مسلم ہو تو یہ نکاح شرعاً درست نہ ہوگا، دوبارہ نکاح کرنا ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن و لأمة مؤمنة خير من مشركة و لو أعجبتكم، ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا و لعبد مؤمن خير من مشرك ولو أعجبكم“ (بقرہ:۲۲۱)

اور نکاح نہ کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائیں، اور مسلمان عورت خواہ لونڈی کیوں نہ ہو وہ بہتر ہے کافر عورت سے، گو وہ تم کو اچھی کیوں نہ معلوم ہو، اور عورتوں کو کافر مرد کے نکاح میں مت دو، جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائیں اور مسلمان غلام مرد بہتر ہے کافر مرد سے گو وہ تمکو اچھے کیوں نہ معلوم ہوں۔

یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح:

ایک مسلمان کے لئے جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے، یہودی اور عیسائی بھی چونکہ ان پر ایمان رکھتے ہیں، (البتہ اس کے کہ وہ حضور ﷺ کو اللہ کا نبی نہیں مانتے ہیں اور قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم نہیں کرتے ہیں) اس لئے اللہ تعالیٰ نے دیگر قوموں کے مقابلے میں اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”والمحصنٰت من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم“ (مائدہ/۵)

اور ان کی پارسائیں جن کو تم سے قبل کتاب مل چکی ہے (تمہارے لئے حلال ہیں)۔

اس آیت کی بنیاد پر جمہور کے نزدیک ان کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے جو اسلامی مما لک میں رہتی ہیں، اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر کے نزدیک اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے، اور اس سے بڑھ کر کیا شرک ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہا جائے، (احکام القرآن للجصاص ۱/۳۳۲)

جمہور نے مذکورہ آیت کی وجہ سے ان سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے، البتہ ان تمام حضرات کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ان سے نکاح نہ کیا جائے، خاص کر موجودہ حالات میں کیونکہ ان عورتوں سے نکاح کرنا مسلم معاشرہ پر گہرا منفی اثر ڈالتا ہے۔ (المفصل فی احکام المرأۃ ۷/۱۹)

اور اگر اہل کتاب عورتیں اسلامی مما لک کی باشندہ نہ ہوں تو پھر تمام فقہاء کے نزدیک ان سے نکاح کرنا مکروہ ہے، تاکہ ان سے پیدا ہونے والے بچوں پر کفر کا اثر نہ پڑے۔ (فتح القدیر ۲/۳۷۲)

شافعیہ اور متاخرین حنابلہ نے اس صورت میں بھی اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے، جبکہ ان کے مقابلے میں مسلم عورتیں موجود ہوں اور ان سے نکاح کرنا ممکن بھی ہو۔ (مغنی المحتاج ۳/۱۷۸)

نکاح کا مسنون طریقہ:

نکاح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نکاح عام مجلس میں کیا جائے، جہاں نیک اور متقی لوگ ہوں، بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں ہو، حضور ﷺ کا ارشاد ہے: نکاح کا

اعلان کرو اور مسجد میں نکاح کرو، (ترمذی شریف) اور نکاح سے قبل خطبہ پڑھا جائے جو درج ذیل ہیں:

ان الحمد لله نستعينه و نستغفره، و نعوذ به من شرور أنفسنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادىَ له، وأشهد أن لا إله إلا اللّٰه، و أشهد أنَّ محمدا عبده و رسوله.

يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله الذى تساء لون به والأرحام إن الله كان عليكم رقيبا.

يا أيها الذين آمنو ا اتقوا اللّٰهَ حَقَّ تقاتهٖ ولا تموتن إلا و أنتم مسلمون.

يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله و قولوا قولا سديدا يصلح لكم أعمالكم، و يغفر لكم ذنوبكم و من يطع الله و رسوله فقد فاز فوزاً عظيماً. (ترمذی ۴/۲۳۷، ابوداؤد ۱۰/۱۴۸)

اس خطبہ کو احادیث میں عموماً ''خطبۃ الحاجۃ'' کہا جاتا ہے، یعنی جب بھی کوئی ضرورت پیش ہو تو اس خطبہ کو پڑھا جائے، البتہ بعض روایات میں خطبۃ النکاح بھی کہا گیا ہے، خطبہ کے بعد سلف صالحین سے تبرکاً چند احادیث کا بھی پڑھنا ثابت ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حضرت عائشہ سے شادی اور یکجائی شوال کے مہینے میں ہوئی تھی، اس لئے بعض حضرات نے شوال کے مہینے میں نکاح کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

نکاح کے بعد حاضرین زوجین کو دعائیں دیں، اور مبارک باد دیں، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ''جب کوئی شخص نکاح کرتا تو آپ ﷺ فرماتے: اللہ برکت دے اور تم دونوں

کو بھلائی کے ساتھ جمع رکھے۔(ترمذی ۲۱۳/۴)۔

خرما لٹانا:

محفل نکاح میں خرما یا کوئی شیرینی لٹانا ہمارے یہاں مروج ہے، اور اس سلسلہ میں کچھ روایات بھی پیش کی جاتی ہیں، مثلاً آپ ﷺ نے جب حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا، تو خطبہ کے بعد آپ نے ایک پلیٹ منگوائی جس میں کھجور رکھے ہوئے تھے، اور فرمایا: لوٹو، اسی طرح کی اور کئی روایات ہیں جن کو ابن جوزی نے ''تذکرة الموضوعات'' میں ذکر کیا ہے۔

چونکہ یہ روایات قوت سند کے لحاظ سے پایہ استناد کو نہیں پہنچتی ہیں اس لئے فقہاء کے درمیان اس سلسلہ میں اختلاف ہے، حسن بصریؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خرما لٹانا مباح ہے، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں: اس طرح لوٹنا اور لٹانا وقار اور مروءت کے خلاف ہے، اس لئے مکروہ ہے (نیل الاوطار ۱۸۶/۶)۔

ائمہ کے اختلافات سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ خرما وغیرہ لٹانے کے بجائے تقسیم کر دیا جائے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک دن صحابہؓ کے درمیان کھجور تقسیم کیا اور مجھے سات کھجوریں دیں۔

بارات:

نکاح درست ہونے کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ مجلس نکاح میں فریقین (مرد و عورت) کے علاوہ دو گواہ موجود ہوں اور جہاں نکاح ہو وہاں مقامی طور پر اعلان کر دیا جائے

تاکہ کچھ اور لوگ شریک ہو جائیں، نکاح کے بعد اگر میسر ہو تو خرما یا شیرینی تقسیم کر دی یا جائے۔

آج نکاح رحمت کے بجائے زحمت بنتا چلا جا رہا ہے اور نکاح کے اندر در آنے والی رسمیں فریقین کی خصوصاً لڑکی والوں کی کمر توڑ دیتی ہیں، ان رسموں میں ایک رسم بارات کی ہے، جو آج نکاح کا ایک اہم جز بن گیا ہے، حالانکہ یہ سراسر ہندو تہذیب کی دین ہے، جس سے ہمارا معاشرہ غیر شعوری طور سے متاثر ہو گیا ہے، اور اب تو بارات کی شکل مزید سنگین ہوتی چلی جا رہی ہے، جس میں لڑکے والوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اور انتہائی شان وشوکت سے بارات لے جائیں۔ اور باراتی لڑکی والوں کے یہاں اپنا حق سمجھنے لگتے ہیں، اور اس کے ساتھ ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ لڑکی والوں سے برتر ہیں، بسا اوقات یہ احساس عملی جامہ پہننے لگتا ہے، اور اختلاف ونزاع کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ ان رسموں کو توڑیں اور خالص اسلامی طریقے سے شادی کرنے کی کوشش کریں، جہاں بارات کا تصور تک نہیں تھا، آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ میں چہ جائیکہ بارات بلائی جائے، اس کا بھی دور دور تک تصور نہیں تھا کہ اعزہ واقارب اور متعلقین کو نکاح کی تقریب میں شرکت کے لئے باضابطہ دعوت دی جائے، مدینے جیسے چھوٹے شہر میں بعض صحابہؓ نکاح کر لیتے تھے اور حضور ﷺ کو خبر تک نہ ہوتی تھی، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بدن پر زردی کا اثر دیکھا، آپ نے وجہ دریافت کی، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ایک خاتون سے نکاح کیا ہے، آپؐ نے فرمایا: اللہ برکت دے،

ولیمہ کرو۔ (بخاری حدیث:۵۱۵۳)

یہ تھا صحابہ کرامؓ کا نکاح جہاں نہ بارات کی رسم تھی نہ ڈھول باجے۔

رخصتی:

جب بیوی رخصت ہوکر شوہر کے یہاں جائے تو مستحب ہے کہ شوہر کے یہاں جو عورتیں موجود ہوں وہ اس نئی نویلی دلہن کو مبارکباد دیں اور شوہر ملاقات کے وقت بیوی کی پیشانی کے بال پکڑے اور برکت اور نکاح کے مستحکم ہونے کی دعا کرے اور یہ دعا پڑھے:

اللهم إنی أسئلک خیرها و خیر ما جبلتها علیه، و أعوذ بک من شرها و من شرِّما جبلتها علیه (ابوداؤد، کتاب النکاح حدیث:۸۴۵)

اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں، کہ میری شریک زندگی اور اس کی فطرت میں جو بھلائی کی بات ہے، اس سے مجھے فائدہ پہونچا، اور اگر اس میں اور اس کی فطرت میں کوئی شر ہے، تو اس سے محفوظ رکھئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ شوہر پہلے دو رکعت نماز پڑھے، اور پھر بیوی کے بال پکڑ کر مذکورہ دعا پڑھے (المغنی ۵۳۹/۶)۔

ولیمہ:

شادی کے موقع پر دعوت دینے اور کھانا کھلانے کو ''ولیمہ'' کہتے ہیں، مرد کو چونکہ اللہ کی

ایک نعمت ملتی ہے، اس لئے اس خوشی کے اظہار کے لئے اللہ کے شکرانے کے طور پر اپنے رشتہ داروں، دوستوں اور احباب کو دعوت دے اور کھانا کھلائے۔

ولیمہ کا وقت:

ولیمہ کے وقت کے سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، بعض حضرات نے عقد نکاح کے وقت، بعض نے عقد نکاح کے بعد اور بعض حضرات نے شوہر اور بیوی کے درمیان تعلق قائم ہونے کے بعد اس کا وقت بتایا ہے اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے شبِ عروسی کے بعد لوگوں کو ولیمہ کی دعوت دی۔

ولیمہ کا حکم:

ولیمہ کرنا سنت مؤکدہ ہے، آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنی شادی کے موقع پر ولیمہ کیا، اور اپنے صحابہ کو بھی آپؐ نے حکم فرمایا، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ جب آپؐ نے ان پر شادی کے آثار دیکھے، تو آپ نے وجہ دریافت کی، انہوں نے جواب دیا شادی کی ہے، آپؐ نے فرمایا:

أولم ولو بشاة'' (بخاری)

ولیمہ کرو اگر چہ ایک ہی بکری سے کیوں نہ ہو۔

ولیمہ کے لئے کوئی ضروری نہیں ہے کہ اس میں پر تکلف کھانا بنوایا جائے، بلکہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق صرف شکر خداوندی کے ارادے سے جو کچھ میسر ہو، لوگوں کو کھلا دے،

آپ نے اپنی بعض بیوی کا ولیمہ تھوڑی سی جو سے بھی کیا ہے (بخاری)۔

ولیمہ کی دعوت میں غریب، پڑوسی اور رشتہ داروں کو ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

شر الطعام طعام الوليمة يدعىٰ لها الأغنياء و يترک الفقراء ۔

(بخاری، نکاح: ۵۱۷۷)۔

سب سے برا کھانا ولیمہ کا وہ کھانا ہے، جس میں امیروں کو دعوت دی جائے، اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔

ولیمہ کی دعوت قبول کرنا اور اس میں شریک ہونا سنت مؤکدہ ہے، الا یہ کہ وہاں شرعا منہیات کا ارتکاب ہو رہا ہو، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

جب کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اس میں شرکت کرے، اور ایک روایت میں ہے، جس نے شرکت نہیں کی، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

(بخاری و مسلم۔ کتاب النکاح)

مہر کی تعریف:

نکاح کی صورت میں چونکہ عورت مرد کے ماتحت آتی ہے، اور اس کو اس پر حق زوجیت حاصل ہوتا ہے، ان نعمتوں کے بدلے مرد پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، انہیں میں سے ایک مہر ہے، یعنی مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کی مہر ادا کرے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَ آتوا النساءَ صدقاتهنَّ نحلة (نساء: ۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشدلی سے ادا کرو

مہر کی مقدار:

مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے، جس کا وزن ساڑھے سات ماشہ (۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام) چاندی یا اس کی قیمت، یا اس کی قیمت کی کوئی اور چیز ہے، زیادہ کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، اگر مرد نے ادا نہیں کیا اور وفات پا گیا تو اس کے ترکہ سے سب سے پہلے مہر کی مقدار نکال کر عورت کو دیا جائے گا، پھر ترکہ ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگا، (الا یہ کہ عورت بخوشی بلا کسی جبر واکراہ اور شرما حضوری کے معاف کردے)، اس لئے بہتر یہ ہے کہ مہر کی مقدار اتنی ہی متعین کی جائے کہ مرد بآسانی عورت کو ادا کر سکے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ اس کی منگنی کا پیغام جلد آئے اور اس کا مہر کم ہو۔

(مسند احمد: ۲۳۳۸)

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے:

ألا لا تغالوا صدقة النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا أو تقوىٰ عند الله عز و جل لكان أولاكم بها نبي الله، ما علمت رسول الله ﷺ نكح شيئاً من نسائه، ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية. (ترمذی، النکاح: ۱۰۳۳)

سنو! مہر زیادہ نہ رکھو، اس لئے کہ مہر میں زیادتی اگر دنیا میں عزت و شرافت یا اللہ کے نزدیک تقوی کی بات ہوتی، تو نبی کریم ﷺ اس کے

سب سے زیادہ مستحق تھے، مجھے نہیں علم کہ نبی کریم ﷺ نے کسی عورت سے اپنا نکاح، یا اپنی کسی صاحبزادی کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کیا ہو۔

مہر فاطمی کی مقدار:

مہر فاطمی کے سلسلہ میں مختلف روایات ہیں، صحیح روایت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے دیگر صاحبزادیوں کی طرح حضرت فاطمہؓ کا مہر بھی ساڑھے بارہ اوقیہ ہی رکھا تھا۔

موجودہ دور کے لحاظ سے مہر فاطمی کی مقدار ڈیڑھ کلو، تیس گرام، نو سو ملی گرام چاندی ہے۔ (الأوزان المحمودہ ص:۱۰۰)

مہر کب ادا کیا جائے؟

مہر چونکہ شوہر کے ذمہ عورت کا قرض ہوتا ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ پورا مہر نکاح کے وقت ہی دیدیا جائے، ورنہ کچھ رقم عقد نکاح کے وقت ضرور ادا کردی جائے۔

بعض حضرات کے نزدیک عقد نکاح کے وقت ہی کل مہر ادا کرنا واجب ہے۔

اکثر فقہاء کے نزدیک مسنون ہے کہ نکاح کے وقت کل مہر یا مہر کی رقم کا کچھ حصہ ادا کردیا جائے، کیونکہ جب آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا، حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کے پاس جانے لگے تو حضورؐ نے فرمایا: پہلے کچھ مہر اس کو دیدو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا: تمہاری زرہ کہاں ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا: وہ میرے پاس ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہی اس کو دیدو (ابوداؤد:۱۸۱۶)۔

دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت علیؓ نے وہ زرہ دیدی، اور آپ ﷺ نے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت حضرت فاطمہؓ کو ادا کردی۔

تاہم حسب معاہدہ تاخیر سے بھی مہر ادا کی جاسکتی ہے، اور آج کل عموماً نکاح کے وقت مہر ادا نہیں کیا جاتا ہے، اور نوٹوں کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، اس لئے بہتر ہے کہ سونا یا چاندی کو مہر بنایا جائے۔

مہر کے احکام:

اگر عقد نکاح کے وقت مہر مقرر نہ کیا جائے تو بھی نکاح درست ہوجاتا ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ عقد نکاح کے وقت ہی مہر مقرر کرلیا جائے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، اس اعتبار سے مہر کے مختلف احکام ہیں:

۱- عقد نکاح کے وقت مہر مقرر ہوچکا ہے، اور میاں بیوی کے درمیان تنہائی بھی ہوچکی ہے، تو پورا مقررہ مہر واجب ہوگا۔

۲- نکاح کے وقت مہر مقرر ہوچکا ہو لیکن میاں بیوی کی تنہائی میں ایک ساتھ ملنے سے پہلے جدائی ہوگئی تو مقررہ مہر کا نصف واجب ہوگا۔

۳- نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور میاں بیوی کی تنہائی میں ملاقات ہوگئی تو مہر مثل واجب ہوگا۔

مہر مثل سے مراد اس عورت کے ددھیالی خاندان کی عورتوں کا عمومی مہر ہے، جو عمر، مالداری، خوبصورتی، عقل واخلاق اور کنوارپن میں اس لڑکی کے برابر ہو۔

۴- مہر بھی مقرر نہ ہوا ہو اور میاں بیوی کے تنہائی میں ملنے سے پہلے علیٰحدگی ہوگئی، تو متعہ واجب ہوگا۔

نفقہ(Maintenance):

نکاح کے ذریعہ چونکہ عورت مرد کے ماتحت آتی ہے، اور وہ اپنے شوہر کی خدمت، بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر اپنی پوری قوت صرف کرتی ہے، اس لئے عقلاً اور نقلاً شوہر کی ذمہ داری ہے کہ اس کے تمام اخراجات پورے کرے اور اس کا نفقہ ادا کرے، نفقہ میں تین چیزیں آتی ہیں، کھانا، کپڑا اور مکان، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وعلی المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف“ (بقرہ۲۳۲)۔

بچے کے باپ کے ذمہ ہے ان (عورتوں) کا کھانا، اور کپڑا دستور کے مطابق۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

”لينفق ذو سعة من سعته و من قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله“ (طلاق: ۷)

کشادگی والے کو اپنی کشادگی سے خرچ کرنا چاہئے، اور جس پر اس کی رزق تنگ کردی گئی ہو، اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے دے رکھا ہے، اس میں سے خرچ کرے۔

حضور ﷺ سے شوہر کے فرائض سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

شوہر پر فرض ہے کہ جب وہ کھائے تو بیوی کو کھلائے، کپڑا پہنے تو اس کو کپڑا پہنائے، اور اس کو سخت سست نہ کہے (ابوداؤد، النکاح:۱۸۳۱)۔

کھانا:

شوہر کی ذمہ داری ہے کہ اپنی وسعت اور معاشرہ وسماج کے لحاظ سے بیوی کو اتنا اور ایسا کھانا دے جو اس کے لئے کافی ہو اور مروجہ معیار کے مطابق ہو، چنانچہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ مرد کو چاہئے کہ وہ ہفتہ میں ایک بار فالودہ یا حلوا وغیرہ پکوالیا کرے (احیاء العلوم۲/۸۳)۔

کھانے کے ہی ضمن میں عورتوں کی زیب و زینت اور بناؤ سنگار کی چیزیں بھی آتی ہیں، جن کی ادائیگی مرد کے لئے ضروری ہے (المفصل فی احکام المرأۃ ۷/۱۸۲)۔

علاج ومعالجہ:

بیوی کے بیمار ہوجانے کی صورت میں شوہر پر ضروری ہوگا کہ وہ اس کے علاج ومعالجہ کے اخراجات برداشت کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کو بیوی کے ساتھ معاشرت بالمعروف کا حکم دیا ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جبکہ فرحت ومسرت، رنج والم اور صحت و بیماری ہر حالت میں شوہر بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور رفاقت کے فرائض انجام دے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۰/۷۳۸۱، المفصل فی احکام المرأۃ ۷/۱۸۲)

کپڑا:

موسم اور آب و ہوا کے لحاظ سے گرم اور ٹھنڈا کپڑا بھی دینا مرد پر فرض ہے، بعض

فقہاء کی رائے یہ ہے کہ سال میں دو کپڑا دینا مرد پر ضروری ہے، جو سردی اور گرمی کے مناسب ہو۔ (المفصل فی احکام المرأۃ ۷/۱۹۵)۔

مکان:

شوہر پر یہ بھی ضروری ہے کہ بیوی کو تنہا اور الگ مکان دے، جو گھر کی تمام بنیادی ضروریات بیت الخلاء، باورچی خانہ اور سونے کے بستر وغیرہ پر مشتمل ہو، تا کہ عورت اس مکان میں پرسکون اور بعافیت زندگی گزار سکے۔ (المفصل فی احکام المرأۃ ۷/۱۹۵)

البتہ ان تمام چیزوں میں شوہر کی استطاعت کا لحاظ کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

علی الموسعِ قدرہٗ و علی المقترِ قدرہ (بقرہ:۲۳۶)

خوشحال پر اس کی حیثیت کے اعتبار سے اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے لحاظ سے دینا واجب ہے۔

سرپرستوں کی رضامندی سے نکاح کیا جائے:

نکاح چونکہ ایک مضبوط بندھن ہے، جس میں ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان زندگی کے تمام مراحل ایک ساتھ گزارنے کا معاہدہ ہوتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ سوچ سمجھ کر اس کا اقدام کیا جائے، تا کہ معاہدہ پائیدار اور مستحکم ہو۔

عورت سے متعلق چونکہ خانگی امور ہوتے ہیں، اس لئے وہ مرد کے احوال و کوائف سے ناواقف اور شادی کے امور سے ناتجربہ کار ہوتی ہیں، اور وہ جذبات کی رو میں بہت جلد بہہ جاتی ہیں، اس لئے اسلام اس بات کو پسند کرتا ہے کہ نکاح جیسے اہم معاملات کو وہ

اپنے ہاتھ میں نہ لیں، بلکہ ان کا ولی یا سرپرست اور گارجین اس عقد کو انجام دیں، البتہ ان لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ انہوں نے جس لڑکے کو منتخب کیا ہے، اس کا نام، اور اس کی شخصیت کے بارے میں لڑکی کو اس طرح بتا دیں کہ وہ لڑکے کو اچھی طرح پہچان لے، اس کے بعد لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ اس رشتہ کو پسند کرے یا مسترد کر دے، مسترد کرنے کی صورت میں لڑکی کے گارجین کو قطعاً اس کا اختیار نہیں ہوگا کہ وہ لڑکی کی شادی اس جگہ کریں، اور اگر لڑکی کی رضامندی معلوم کئے بغیر نکاح کر دیا، تو معلوم ہونے کے بعد اس کو نکاح کے باقی رکھنے اور ختم کرنے کا حق ہوگا، ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی دربار نبوت میں حاضر ہوئی، اور عرض کیا کہ اس کے باپ نے اس کی شادی اس کی مرضی کے بغیر کر دی ہے، تو آپ ؐ نے اس کو نکاح کے باقی رکھنے اور ختم کرنے کے سلسلہ میں اختیار دیا۔ (ابوداؤد، نکاح:۱۷۹۴)۔

اسی طرح بخاری کی روایت میں ہے:

خنساء بنت خذام انصاریہ ؓ کی شادی ان کے والد نے ان کی مرضی کے بغیر کر دیا تھا، وہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئیں، تو آپ نے ان کا نکاح ختم کر دیا۔ (بخاری، نکاح: ۵۱۳۹)۔

کم عمری کی شادی:

نکاح کے درست ہونے کے لئے اسلام نے عمر کی کوئی قید نہیں لگائی ہے، البتہ جس عمر میں نکاح ہو جانا چاہئے اس کی نشان دہی کی ہے، چنانچہ قرآن میں متعدد جگہ نکاح کی اضافت بلوغ کی طرف کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، "وابتلوا الیتامیٰ حتی إذا بلغوا النکاح" (یتیموں کا امتحان لیتے رہیئے، یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں)،

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **من ولد له ولد، فليحسن اسمه ...... و اِذا بلغ فليزوجه** ''۔اس حدیث میں نکاح کی قانونی عمر تو بتادی گئی ہے کہ بلوغ کے بعد شادی ہونی چاہئے ،لیکن صحت نکاح کے لئے اسلام نے عمر کی کوئی قید نہیں لگائی ہے، ایک جامع اور ہمہ گیر قانون کے لئے یہی مناسب بھی تھا، کیونکہ بسا اوقات ضروری ہو جاتا ہے کہ بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے ہی اس کی شادی کردی جائے، فرض کیجئے کہ ایک شخص بیماریوں کے شکنجہ میں ہے، صورت حال یہ ہے کہ موت کے بعد ہی اس شکنجہ سے آزاد ہونے کی اس کو امید ہے، اس کے نابالغ بچے ہیں وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کی موت کے بعد ان یتیم بچوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا، اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اپنی زندگی میں ہی ان بچوں کو ایسے رشتے سے جوڑ دے، جہاں اس کی پشت پناہی کے ساتھ ساتھ اس کے اخلاق کی حفاظت بھی ہوسکے۔اس شخص کی اس سوچ پر کون انگلی اٹھا سکتا ہے اور کسی کا انگلی اٹھانا کہاں تک درست ہوگا؟

البتہ اس میں کبھی کارجین سے چوک ہوسکتی ہے، اس لئے اسلام نے اس کی تلافی اس طرح کی ہے کہ بلوغت کے بعد ان بچوں کو اس نکاح کے باقی رکھنے اور ختم کرنے کا اختیار دیا ہے۔

شوہر اور بیوی ایک ساتھ کیسے رہیں؟:

شادی کا رشتہ بنیادی طور پر ایک ایسا شخصی رشتہ ہے، جس کا انحصار زوجین کے درمیان پائی جانے والی شخصی، نفسیاتی، ذہنی اور جسمانی ہم آہنگی پر ہے، دونوں کے درمیان یکسانیت

اور ہم آہنگی اس طرح ہونی چاہئے کہ جیسے ایک جسم دو قالب ہوں۔

قرآن نے ان دونوں کے درمیان مکمل اتحاد اور کمالِ انس و محبت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

''**هن لباسٌ لكم و أنتم لباسٌ لهن**'' (سورۂ بقرہ ۱۸۷)

وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔

یعنی جس طرح لباس اور جسم کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہ سکتا، اور دونوں ایک دوسرے کے بالکل قریب ہوتے ہیں، اسی طرح تمہارے اور تمہاری بیوی کا تعلق ہونا چاہئے۔

شوہر بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے:

مرد چونکہ ارادے کا پختہ، طاقت وقوت میں عورت سے زیادہ اور گھر کا ذمہ دار و نگراں ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں شوہر کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آئے، یہاں پر اس سلسلہ کی چند آیات اور احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں:

۱- ''**وعاشروهن بالمعروف**'' (سورۂ نساء:۱۹)

اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گذر بسر کیا کرو۔

۲- ''**والصاحب بالجنب**'' (سورۂ نساء:۳۶)

اور ہم مجلس (بیوی) کے ساتھ بھی (اچھا معاملہ کیا کرو)۔

آپ ﷺ جب مرض وفات میں تھے، تو آپؐ نے چند نصیحتیں فرمائیں، ان میں سے ایک یہ تھی:

"اللّٰہ اللّٰہ فی النساء فانهن عوان فی أيديكم، أخذتموهن بعهد الله، واستحللتم فروجهن بكلمة الله" (نسائی)

عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، اس لئے کہ عورتیں تمہارے ہاتھوں میں اسیر ہیں، تم نے ان کو اللہ کے عہد سے حاصل کیا ہے، اور ان کی شرمگاہ کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے حلال کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

"أكمل المؤمنين إيماناً أحسنهم خلقاً و ألطفهم بأهله"

(ترمذی: الایمان: ۲۵۳۷)۔

مؤمن میں کامل ترین ایمان والا وہ شخص ہے جو بہترین اخلاق کا حامل ہو اور جو اپنی بیوی کے ساتھ زیادہ نرمی کا معاملہ کرے۔

ایک حدیث میں ہے:

"خيركم خيركم لأهله و أنا خيركم لأهلي" (ابن ماجہ، نکاح: ۱۹۶۷)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لئے زیادہ اچھا ہو اور میں اپنی بیوی کے لئے تم میں سب سے زیادہ اچھا ہوں۔

بیوی شوہر کی فرمانبرداری کرے:

کسی بھی قانون کے مستحکم اور پائیدار ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہر دو فریق کا خیال رکھا جائے، اور جہاں ان کے حقوق کا تذکرہ کیا جائے، ان کے فرائض بھی ذکر کردئے جائیں، تاکہ توازن اور اعتدال قائم رہے، ان مذکورہ روایات میں آپ ﷺ نے عورتوں کے حقوق اور شوہر کے فرائض کا تذکرہ فرمایا ہے، تو دوسری طرف عورتوں کو ان کے فرائض سے بھی روشناس کرادیا ہے:

۱۔ "أيما امرأة ماتت و زوجها عنها راض دخلت الجنة"۔

(ترمذی، کتاب الرضاع: ۱۰۸۱)

جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہو، وہ جنت میں داخل ہوگی۔

۲۔ "لو كنت آمرا أحدا أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها"۔ (حوالہ سابق)

اگر میں کسی کو دوسرے کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے شوہر کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔

ایک حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"لا تؤذی امرأة زوجها فی الدنيا، إلا قالت زوجته من الحور العين لا تؤذيه، قاتلك الله فإنما هو عندك دخيل يوشك أن يفارق إلينا"۔ (حوالہ سابق: ۱۰۹۴)

> جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو ستاتی ہے تو جنت کی حوروں میں سے
> اس شخص کی بیوی یہ کہتی ہے کہ اے عورت! اللہ تجھے ہلاک کرے، اسے
> کیوں ستاتی ہے، یہ تو تیرے پاس بطور مہمان ہے، بہت جلد تجھ سے جدا
> ہو کر ہمارے پاس آ جائے گا۔

اگر میاں بیوی ان احادیث کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اور اپنے حقوق طلبی کے بجائے دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی کی کوشش کریں، تو پھر دونوں کی زندگی جنت نشاں بن جائے گی۔